13

غلّہ کے متعلق جماعت کو بعض ضروری ہدایات

(فرمودہ 16 اپریل 1943ء)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

"مَیں نے گزشتہ جمعہ آئندہ سال کے لئے گندم کے انتظام کے متعلق جماعت کو کچھ نصیحتیں کی تھیں۔ اب مَیں اسی سلسلہ میں کچھ اور باتیں کہنا چاہتا ہوں۔

ہماری جماعت کے کارکنوں کی تنخواہوں سے گزشتہ چند سالوں میں بوجہ مالی تنگی کے کچھ کٹوتیاں ہوتی رہی تھیں اور فیصلہ یہ کیا گیا تھا کہ یہ کٹوتیاں جب سلسلہ کی مالی حالت اچھی ہو تو ان لوگوں کو واپس کر دی جائیں۔ گزشہ سال انجمن کی طرف سے مجھ پر یہ زور دیا گیا کہ اب چونکہ سلسلہ کی مالی حالت اچھی ہے اس لئے یہ کٹوتیاں ان لوگوں کو واپس کر دینی چاہئیں۔ لیکن مَیں نے انسانی فطرت کی کمزوری کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ فیصلہ کیا کہ بجائے اس کے کہ ان کو یکدفعہ یہ تمام کٹوتیاں واپس کر دی جائیں اور ان تنگی کے ایام میں وہ اپنی خیالی یا حقیقی ضرورتوں کی وجہ سے اس رقم کو خرچ کر دیں۔ چونکہ یہ قحط کا زمانہ ہے اور ان ایام میں اپنے اور اپنے اہل و عیال کے لئے گندم اکٹھی خریدنے کا سوال پیدا ہوتا ہے اس لئے بجائے اس کے کہ یکدم تمام کٹوتیاں واپس کر دی جائیں۔ ہر سال ان کے لئے ایک سال کی کٹوتی واپس کی جائے تاکہ ہر سال وہ اس کٹوتی کی رقم کے ذریعہ گندم خرید سکیں۔ چنانچہ اس فیصلہ کے مطابق گزشتہ سال کارکنوں کو اُن کے ایک سال کی کٹوتی کی رقم دے دی گئی تھی اور انہوں نے اس کی مدد

سے گندم خرید لی تھی۔ جن لوگوں کی کوئی کٹوتی نہیں تھی ان کے متعلق مَیں نے یہ فیصلہ کر دیا تھا کہ اگر ان کا پراویڈنٹ فنڈ موجود ہے تو پراویڈنٹ فنڈ کی ضمانت پر اور اگر پراویڈنٹ فنڈ نہیں تو ان سے کوئی اور ضمانت لے کر انہیں اتنی رقم دے دی جائے جس سے وہ سال بھر کے لئے گندم خرید سکیں۔ چنانچہ ہماری جماعت کا یہ حصہ جو کارکنوں کے ساتھ تعلق رکھتا ہے ان کو اس دفعہ بھی گزشتہ کٹوتیوں کی رقم مل جائے گی۔ اور اس کے ذریعہ اگر وہ چاہیں تو اکٹھی گندم خریدنے کی کوشش کر سکیں گے۔ جو کارکن ایسے ہیں جن کی پہلی کوئی کٹوتی نہیں اور وہ بعد میں کام پر مقرر ہوئے ہیں ان کے متعلق مَیں اس دفعہ پھر صدر انجمن احمدیہ کو ہدایت دیتا ہوں کہ اگر ان کے پراویڈنٹ فنڈ کی ضمانت موجود ہے تو اس ضمانت پر، ورنہ کسی اور ضمانت پر انہیں اتنی رقم دے دی جائے جس سے وہ سال بھر کے لئے اکٹھی گندم خرید سکیں۔ اور جسے ایک سال کے اندر اندر وہ اپنی تنخواہوں میں سے کٹوا سکیں۔ باقی صرف وہ لوگ رہ جاتے ہیں جو کسی صورت میں بھی اکٹھی گندم خرید نہیں سکتے۔ ان کے لئے گزشتہ خطبہ میں مَیں نے تحریک کر دی ہے کہ گزشتہ سال کی طرح اس سال بھی ان کے لئے گندم جمع کی جائے۔ جب یہ گندم جمع ہو جائے گی تو سال کے پچھلے پانچ ماہ کے اخراجات کے لئے اس سال بھی انہیں اِنْشَاءَ اللّٰہُ گندم دے دی جائے گی تا کہ سال کے پچھلے حصہ میں جب گندم کی فراہمی میں سخت دقت پیش آتی ہے انہیں کسی قسم کی تکلیف کا سامنا نہ ہو۔ مگر گزشتہ سال کا تجربہ ہمیں بتاتا ہے کہ بعض لوگوں نے باوجود اس تاکید کے کہ یہ غلّہ ہم انہیں اس وقت کے لئے نہیں دے رہے بلکہ سال کے آخری پانچ مہینوں میں استعمال کرنے کے لئے دے رہے ہیں۔ انہوں نے اس غلّے کو استعمال کر لیا اور اس طرح بعد میں انہیں پریشانی اٹھانی پڑی۔

مَیں اس دفعہ پھر دوستوں کو یہ تاکید کر دینا چاہتا ہوں کہ ہماری طرف سے یہ انتظام سال کے آخری پانچ مہینوں کے لئے ہو گا اور سال سے مراد غلّے کا سال ہے۔ یعنی دسمبر، جنوری، فروری، مارچ اور اپریل کے اخراجات کے لئے یہ غلّہ ہو گا۔ پہلے استعمال کرنے کے لئے نہیں ہو گا۔

پس جن جن دوستوں کو غلّہ دیا جائے گا ان سے یہ امید کی جائے گی اور عہد لیا جائے گا

کہ وہ اسے پہلے خرچ نہیں کریں گے بلکہ سال کے آخری پانچ مہینوں کے لئے محفوظ رکھیں گے۔ کوئی کہہ سکتا ہے کہ اگر یہ غلّہ سال کے آخری پانچ مہینوں کے لئے ہے تو وہ پہلے کہاں سے کھائیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر سلسلہ ان کی امداد نہ کرتا تو جس طرح وہ بارہ مہینے گزارہ کر سکتے تھے اس سے زیادہ عمدگی کے ساتھ وہ سال کے سات ماہ میں گزارہ کر سکتے ہیں۔ آخر سلسلہ کی طرف سے مدد نہ ہونے کی صورت میں وہ اس بات پر مجبور ہوتے کہ اپنے بارہ ماہ کے اخراجات کے لئے کوئی مناسب انتظام کریں مگر موجودہ صورت میں ان کی وہی طاقت جس نے بارہ مہینے خرچ ہونا تھا سات ماہ خرچ ہو گی اور اس طرح وہ نسبتاً آسانی اور سہولت کے ساتھ ان مہینوں کے اخراجات کا انتظام کر سکیں گے۔ ممکن ہے اللہ تعالیٰ ہمیں زیادہ غلّہ دے دے تو ہم بجائے پانچ ماہ کے اخراجات کے انہیں چھ یا سات ماہ کے اخراجات کے لئے گندم دے دیں مگر چونکہ نومبر تک غلّہ سستا رہتا ہے اور نومبر کے بعد گراں ہونا شروع ہوتا ہے اور دوسری طرف غلّہ اتنا زیادہ جمع نہیں ہوتا جو چھ یا سات ماہ کے اخراجات کے لئے لوگوں میں تقسیم کیا جا سکے۔ اس لئے اس وقت تک میرا فیصلہ یہی ہے کہ سال کے آخری پانچ مہینوں کے لئے لوگوں کو امداد دی جائے۔ مگر ایک حصہ جماعت کا ایسا بھی ہے جو صدر انجمن احمدیہ کے کارکنوں میں شامل نہیں اور وہ ایسا غریب بھی نہیں کہ گندم خرید نہ سکے مثلاً پنشنر ہیں ان کی پنشن آتی ہے اور وہ اس پر عمدگی سے گزارہ کرتے ہیں یا تاجر ہیں وہ تجارت کے ذریعہ روپیہ کماتے ہیں یا پیشہ ور ہیں جو اپنے پیشہ اور صنعت کے ذریعہ اپنے گزارہ کا معقول انتظام رکھتے ہیں۔ ایسے لوگ اپنے طور پر گندم خرید سکتے ہیں۔ مگر گزشتہ سال ان میں سے بھی بعض نے غلّہ نہیں خریدا اور اس وجہ سے انہیں مشکلات برداشت کرنی پڑیں۔ اسی لئے مجھے دوبارہ جماعتوں میں تحریک کر کے غلّہ جمع کرنا پڑا اور ایک ہزار مَن غلّہ جمع کر کے انہیں سستے نرخوں پر دے دیا۔ یہ سستے نرخ ویسے نہیں تھے جیسے شروع میں گندم کا نرخ تھا مگر مقابلۃً پھر بھی ارزاں تھا۔ اگر میری تحریک پر وہ شروع میں ہی گندم خرید لیتے تو پونے چار، پانچ یا پانچ روپے چھ آنے پر انہیں گندم مل جاتی مگر چونکہ انہوں نے یہ وقت ضائع کر دیا اس لئے ان کے لئے بعد میں غلّہ جمع کرنا پڑا جو کسی کو ساڑھے پانچ، کسی کو چھ، کسی کو سات اور کسی کو آٹھ روپیہ پر دیا گیا کیونکہ جس نرخ پر غلّہ ملتا گیا

اسی نرخ پر ہم لوگوں کو دیتے چلے گئے۔ یہ بھاؤ بے شک شروع کے نرخ کے مقابلہ میں گراں تھا مگر وقتی نرخ کو مدنظر رکھ کر کہا جا سکتا ہے کہ صرف جماعتی جدوجہد اور نظام کی وجہ سے انہیں مقابلۃً سستا مل گیا۔ بہرحال جن لوگوں نے میری متواتر ہدایات کے باوجود غلّہ نہ خریدا انہیں گزشتہ سال کافی پریشانی اٹھانی پڑی تھی کیونکہ قدرتی طور پر انسان بعض دفعہ یہ خیال کر لیتا ہے کہ یہ مصیبت چند دن کی ہے پھر فراخی کے ایام آجائیں گے اور اس دھوکے میں وہ اپنے لئے مناسب انتظام نہیں کرتا مگر جو حصہ ایسا تھا جس نے میری تحریک کے ماتحت غلّہ خریدا اس میں بھی اس قسم کی بدانتظامی پائی جاتی تھی جو نرخ کو بڑھانے کا موجب بن گئی اور اس بدانتظامی اور گھبراہٹ کی وجہ سے ہی قادیان کے اردگرد گندم کے ریٹ عام حالات کی نسبت زیادہ ہو گئے۔ قادیان کے رہنے والوں کو اردگرد کے گاؤں میں لوگ مولوی کہا کرتے ہیں۔ میرے پاس ان دنوں کئی لوگوں نے بیان کیا کہ مولویوں نے سائیکلوں پر بوریاں رکھی ہوئی ہوتی ہیں اور ایک ایک گاؤں میں دس دس پندرہ پندرہ بیس بیس آدمی پہنچ جاتے ہیں اور غلّہ تلاش کرتے پھرتے ہیں۔ جب اس طرح ایک ایک گاؤں میں کئی کئی لوگ پہنچ جاتے تو زمیندار یہ سمجھتے کہ قادیان میں گندم کا قحط پڑ گیا ہے اب جس بھاؤ چاہو ان کے پاس گندم فروخت کر دو۔ چنانچہ اس بھاگڑ کے نتیجہ میں بعض زمینداروں نے تو اپنے اپنے غلّے چھپا دیئے اور انہوں نے سمجھا کہ غلّہ اور زیادہ گراں ہو گا تو ہم فروخت کریں گے اور بعض نے گراں قیمت پر غلّے فروخت کئے۔ پس اس قسم کی بدانتظامی بھی غلّے کا ریٹ بڑھانے کا موجب بن جاتی ہے۔

مَیں نے دیکھا ہے بعض احمدی ایسی ایسی بے احتیاطیاں کرتے ہیں جو نہایت تعجب انگیز ہوتی ہیں۔ ابھی پرسوں یا ترسوں ایک دوست نے ننگل کا ایک واقعہ سنایا۔ وہاں کوئی احمدی ہیں انہوں نے انہیں بتایا کہ یہاں ایک دفعہ لکڑیوں کا ایک گڈا آیا جو مَیں نے خرید لیا مگر بعد میں مجھے خیال آیا کہ یہ سودا مہنگا ہوا ہے۔ چنانچہ میں نے تھوڑے سے منافع پر وہی لکڑیوں کا گڈا ایک اور شخص کے پاس بیچ دیا۔ وہ کہتے ہیں کہ چند گھنٹوں کے بعد ہی قادیان کے دو آدمی وہاں گئے اور انہوں نے وہی گڈا اس شخص سے ڈیوڑھی قیمت پر خرید لیا اور ان میں سے ایک دوسرے کو مخاطب کر کے کہنے لگا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ہمیں بڑی سستی لکڑیاں مل گئی ہیں۔ تو اس قسم

کی حرکات سے بھاؤ ناواجب طور پر بڑھ جایا کرتا ہے اور چونکہ گزشتہ سال کا تلخ تجربہ ہمارے سامنے ہے اس لئے آئندہ اس بدانتظامی کو روکنے کے لئے اور غلّہ کی فراہمی کے لئے مَیں نے کچھ تجاویز سوچی ہیں جن کا آج میں اظہار کرتا ہوں۔ چونکہ ان باتوں کا باہر کی جماعتوں سے عموماً اور ضلع گورداسپور کی جماعتوں سے خصوصاً تعلق ہے اس لئے مَیں ان تجاویز کو خطبہ جمعہ میں بیان کرتا ہوں۔

میری ایک تجویز تو یہ ہے کہ قادیان اور اس کے ارد گرد آٹھ دس میل کے علاقہ کے اندر اندر رہنے والے احمدی زمیندار اپنا غلّہ صرف احمدیوں کے پاس فروخت کریں اور کسی شخص کے پاس فروخت نہ کریں۔ انہوں نے تو بہر حال اپنا غلّہ فروخت کرنا ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ وہ رام ناتھ کے پاس فروخت کریں یا شودیال کے پاس۔ پس میری تجویز یہ ہے کہ جس قدر ضلع گورداسپور کی احمدی جماعتیں ہیں وہ اپنا غلّہ صرف احمدیوں کے پاس فروخت کریں اور کسی کے ہاتھ فروخت نہ کریں۔ اس غرض کے لئے صدر انجمن احمدیہ کو چاہیئے کہ تمام جماعتوں سے یہ پوچھ لیا جائے کہ اپنی ضروریات کو پورا کر لینے کے بعد ان کے پاس کس قدر غلّہ بچے گا۔ پھر جس قدر غلّہ باقی رہے اسے بجائے منڈیوں میں فروخت کرنے کے یا انفرادی رنگ میں زید بکر کے پاس بیچنے کے وہ جماعت کے پاس فروخت کریں۔ اس طرح وہ بھاگڑ پیدا نہیں ہوگی جو گزشتہ سال پیدا ہوئی تھی۔ اس وقت خدا تعالیٰ کے فضل سے گورداسپور کے ضلع میں تیس ہزار سے چالیس ہزار احمدی ہیں۔ اگر ہم چار آدمیوں کا ایک خاندان تصور کر لیں تو دس ہزار مرد کمانے والے بنتے ہیں۔ ان دس ہزار میں سے اگر ہم ایسے لوگ نکال دیں جو مزدور پیشہ ہیں یا ملازم ہیں یا زمینداری نہیں کرتے اور ہم یہ سمجھ لیں کہ دو حصے وہ لوگ ہیں تو 1/3 حصہ زمینداروں کا رہ جاتا ہے۔ اور میرے نزدیک یہ اندازہ غلط نہیں۔ اس سے زیادہ تو زمیندار ہو سکتے ہیں مگر کم نہیں۔ اور 1/3 کے لحاظ سے میرے نزدیک تین ہزار کے قریب احمدیوں کا ہَل ضلع گورداسپور میں چلتا ہے۔ اگر ہر شخص کی زمین کی اوسط تین ایکڑ فرض کی جائے تو اس کے معنے یہ بنتے ہیں کہ سارے ضلع گورداسپور میں ہماری جماعت کے افراد 9 ہزار ایکڑ زمین کاشت کرتے ہیں۔ اور چونکہ سارے گاؤں قادیان کے قریب نہیں بلکہ

دور دور بھی ہیں اس لئے اگر چار ہزار ایکڑ زمین اس میں سے نکال دی جائے اور چار مَن فی ایکڑ کے حساب سے غلّہ کی پیداوار کا اندازہ لگایا جائے تو بیس ہزار مَن غلّہ بنتا ہے۔ یہ چار من فی ایکڑ کا اندازہ اوسطاً لگایا گیا ہے کیونکہ کسی کا تین مَن غلّہ پیدا ہوتا ہے، کسی کا چار مَن، کسی کا پانچ مَن، کسی کا چھ مَن، کسی کا سات اور کسی کا آٹھ مَن۔ بہر حال بیس ہزار مَن غلّہ ایسے احمدیوں کا بنتا ہے جو اپنی ضرورت سے زائد غلّہ آسانی کے ساتھ قادیان پہنچا سکتے ہیں۔ اگر دس ہزار مَن غلّہ وہ اپنی ضروریات کے لئے رکھ لیں تو دس ہزار مَن غلّہ ایسا رہ جاتا ہے جسے وہ باہر منڈی میں فروخت کیا کرتے ہیں۔ مگر اس دفعہ میری طرف سے یہ ہدایت ہے کہ بجائے منڈی میں اپنا غلّہ فروخت کرنے کے وہ جماعت کے پاس غلّہ فروخت کریں۔ منڈی کی قیمت روزانہ معلوم کر لیا کریں اور منڈی کا جو بھی بھاؤ ہو اس پر وہ جماعتی انتظام کے ماتحت قادیان میں اپنا غلّہ لا کر فروخت کر دیں۔ اس غرض کے لئے مَیں سب سے پہلے اپنے آپ کو پیش کرتا ہوں۔ میرا جس قدر غلّہ آئے گا اس میں سے سوائے اس غلّہ کے جو گھر کی ضروریات کے لئے رکھ لیا جائے گا اور سوائے اس غلّہ کے جس کا چندہ کے طور پر دینے کا مَیں پہلے اعلان کر چکا ہوں باقی سب غلّہ مَیں اس کمیٹی کے سپرد کر دوں گا جو اس کام کے لئے مقرر ہوگی۔ وہ منڈی کی قیمت معلوم کر کے مجھے دے دے اور غلّہ اپنے پاس رکھ لے۔

مَیں نہیں سمجھ سکتا کہ اس طریق کو اختیار کرنے میں احمدی زمیندار کسی قسم کا حرج سمجھیں یا اس میں کسی قسم کی تکلیف محسوس کریں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اس میں کسی تکلیف کا خیال تک بھی نہیں کیا جا سکتا۔ انہوں نے بہر حال اپنا غلّہ بیچنا ہے اور جب غلّہ بیچنا ہے تو انہیں اس میں کیا فائدہ ہے کہ وہ کسی غیر کے پاس فروخت کریں۔ وہی غلّہ وہ احمدیوں کے پاس فروخت کر دیں اور منڈی کی قیمت لے لیں اور یہاں کے احمدیوں نے بھی جب غلّہ خریدنا ہے تو انہیں اس میں کیا تکلیف ہے کہ وہ کسی غیر سے نہ خریدیں بلکہ احمدی زمینداروں سے ہی خریدیں۔

پس ایک تو یہ تجویز ہے جس سے مَیں سمجھتا ہوں کہ دس بارہ ہزار مَن غلّہ بغیر کسی گھبراہٹ اور تکلیف کے اکٹھا ہو سکتا ہے۔ گاہک موجود ہیں اور انہوں نے بہر حال اپنے لئے

گندم خریدنی ہے۔ پھر کوئی وجہ نہیں کہ وہ احمدی زمینداروں سے نہ خریدیں۔ دوسری طرف احمدی زمیندار ہیں انہوں نے بہرحال گندم فروخت کرنی ہے ۔ پس کوئی وجہ نہیں کہ وہ احمدیوں کے پاس فروخت نہ کریں۔ اس کے لئے مَیں ایک کمیٹی تجویز کر دوں گا مگر مَیں یہ کہہ دینا چاہتا ہوں کہ اس غرض کے لئے جو کمیٹی بنائی جائے گی اسے یہ حق حاصل نہ ہو گا کہ وہ نفع حاصل کرے۔ اس کا کام صرف یہ ہو گا کہ وہ غلّہ فراہم کر کے جو لاگت ہو اس پر لوگوں کو غلّہ دے دے اور چونکہ بہت سے گاہک ہوں گے اس لئے کمیٹی کو یہ امر بھی مد نظر رکھنا چاہیئے کہ جو پہلے غلّہ آئے وہ ان لوگوں میں فروخت کیا جائے جنہوں نے گندم کے لئے پہلے روپیہ جمع کرایا ہو اور جو بعد میں غلّہ آئے وہ اسی ترتیب سے بعد کے گاہکوں کو دیا جائے۔ اس کے لئے ایک طرف تو مَیں نظامِ جماعت کو توجہ دلاتا ہوں۔ صدر انجمن احمدیہ کو چاہئیے کہ وہ امانت میں سے قرض لے کر پندرہ بیس ہزار روپیہ اس مقصد کے لئے الگ کر لے تا کہ اس روپیہ کے ذریعہ ارد گرد کے احمدیوں سے ان کی ضرورت سے زائد غلّہ خریدا جا سکے۔ جو دوست اس انتظام کے ماتحت غلّہ خریدنا چاہتے ہوں انہیں چاہیئے کہ وہ اس کمیٹی کے پاس اپنا نام لکھوا دیں۔ ہم کسی کو روکتے نہیں۔ اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہو کہ اپنے طور پر وہ زیادہ سستا غلّہ خرید سکتا ہے تو وہ اپنے طور پر خرید لے۔ ہم اسے منع نہیں کرتے۔ مگر دوسرے تمام لوگوں کو چاہیئے کہ وہ اپنے نام اس کمیٹی کے پاس لکھوا دیں۔ جوں جوں غلّہ آتا جائے گا دوستوں کو ملتا جائے گا مگر یہ امر یاد رکھنا چاہیئے کہ جو لوگ اپنے نام پہلے لکھوائیں گے انہیں مقدم سمجھا جائے گا اور جو بعد میں لکھوائیں گے انہیں لازماً بعد میں غلّہ ملے گا۔ اس تقسیم میں تاریخ اور ترتیب کو مد نظر رکھا جائے گا۔ جس ترتیب سے لوگوں نے اپنے نام لکھوائے ہوں گے اور ساتھ ہی روپیہ خزانہ صدر انجمن احمدیہ میں جمع کرایا ہو گا اسی ترتیب سے انہیں غلّہ دیا جائے گا۔ جب تک یہ کمیٹی تجویز نہیں ہوتی اس وقت تک دوستوں کو چاہیئے کہ وہ دفتر پرائیویٹ سیکرٹری میں اپنے نام لکھوا دیں اور جتنے روپوں کی وہ گندم خریدنا چاہیں اس قدر روپیہ صدر انجمن احمدیہ کے خزانہ میں جمع کرا دیں۔

میری دوسری تجویز یہ ہے کہ علاوہ احمدیوں کے جو دوسرے زمیندار ہیں ان سے بھی

گندم خریدی جائے اور یہی کمیٹی اس گندم کے خریدنے کا انتظام کرے۔ صدر انجمن احمدیہ کو یہ بھی چاہیئے کہ وہ فوراً اپنی ضرورتوں کا اندازہ کرلے۔ اسے بھی بہت سی گندم کی ضرورت ہوتی ہے۔ مثلاً جلسہ سالانہ کے لئے گندم کی ضرورت ہوتی ہے۔ لنگر کے لئے گندم کی ضرورت ہوتی ہے۔ بورڈوں کے لئے گندم کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس قسم کے تمام اخراجات کا اندازاہ لگا کر وہ کمیٹی کے سپرد کردے اور اسے کہے کہ اتنا غلّہ صدر انجمن احمدیہ اپنی ضرورتوں کے لئے خریدے گی۔ میرا اپنا اندازہ یہ ہے کہ سال بھر کے لئے قادیان میں ہماری جماعت کو بیس پچیس ہزار مَن غلّہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ قادیان کی آبادی اب خداتعالیٰ کے فضل سے بارہ ہزار کے قریب ہے۔ دس سیر فی شخص کے حساب سے اگر ہم گندم کے خرچ کا اندازہ لگائیں تو 36 ہزار مَن غلّہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ جلسہ سالانہ کے اخراجات اس کے علاوہ ہیں۔ مہمان جو انفرادی طور پر لوگوں کے ہاں آتے رہتے ہیں ان کا خرچ بھی اس میں شامل نہیں مگر جیسا کہ مَیں گزشتہ خطبہ میں بیان کرچکا ہوں لوگ ہمیشہ غلّہ نہیں کھاتے بلکہ کبھی چاول بھی استعمال کرلیا کرتے ہیں۔ پھر کبھی کسی دعوت میں شریک ہونا پڑتا ہے۔ اسی طرح ایک حصہ آبادی کا ایسا بھی ہے جو احمدی نہیں۔ ان تمام باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے میرا اندازہ یہ ہے کہ بیس پچیس ہزار مَن گندم سال بھر کے لئے کافی ہے۔ مگر چونکہ اس میں کچھ حصہ زمینداروں کا ہے جو اپنے غلّے کا آپ انتظام کرتا ہے اور وہ دوسروں کی مدد کا محتاج نہیں ہوتا۔ اسی طرح بعض لوگوں کی تاجروں اور زمینداروں سے دوستیاں ہوتی ہیں اور وہ سمجھتے ہیں ہمیں اس دوستی کی وجہ سے سستا غلّہ مل جائے گا۔ پھر بعض لوگوں کی رشتہ داریاں ہوتی ہیں اور وہ رشتہ داریوں کی وجہ سے سستا غلّہ حاصل کرسکتے ہیں۔ ان وجوہ کی بناء پر میرا اندازہ یہ ہے کہ اگر کمیٹی چودہ پندرہ ہزار مَن غلّے کا انتظام کرے تو قادیان والوں کی سال بھر کی ضرورتیں پوری ہوسکتی ہیں۔ کمیٹی کو چاہیئے کہ وہ گندم کی فراہمی کے لئے ساہوکاروں کو کمیشن دے دے اور ان کے ذریعہ گندم اکٹھی کرنے کی کوشش کرے تاکہ گزشتہ سال گندم کی فراہمی کے لئے لوگوں میں جو بھاگڑ مچی تھی وہ اس سال پیدا نہ ہو۔ بعض معمولی اخراجات ہوتے ہیں مگر ان کا فائدہ بہت زیادہ ہوتا ہے۔ اگر بجائے اس کے کہ دس بیس آدمی ایک گاؤں میں گندم خریدنے کے لئے پہنچ جائیں

اور گندم جو سات روپیہ پر بک رہی تھی یکدم ساڑھے سات پر پہنچ جائے۔ ساہوکار کو کہا جائے کہ ہم تمہیں ایک آنہ یا دو آنہ فی مَن کمیشن دیں گے تم ہم سے روپیہ لیتے جاؤ اور گندم اکٹھی کر کے دیتے جاؤ۔ تو ایک آنہ یا دو آنے فی مَن کمیشن پر زیادہ خرچ بھی نہیں ہو گا اور گندم بھی آسانی سے جمع ہو جائے گی۔ کیونکہ ساہوکار یہ کام روزانہ کرتے ہیں اور ان کے گماشتے بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں۔ زمیندار بھی جانتے ہیں کہ ان کا روز کا یہ کام ہے۔ پس انہیں کسی ساہوکار کے جانے پر تعجب نہیں ہوتا مگر جب غیر آدمی ان کے پاس گندم خریدنے کے لئے جاتے ہیں تو یکدم تین چار آنے بھاؤ بڑھ جاتا ہے۔ بظاہر لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم ساہوکار کو ایک یا دو آنے کمیشن کیوں دیں ہم خود گندم لائیں گے مگر وہ یہ نہیں سمجھتے کہ اگر وہ خود جائیں گے تو پانچ سات آنے ریٹ بڑھ جائے گا اور انہیں غلّہ سستا نہیں بلکہ مہنگا ملے گا۔ صرف فرق یہ ہو گا کہ اگر وہ ساہوکار کی معرفت غلّہ خریدتے تو سات روپے ایک آنہ یا سات روپے دو آنے یا سات روپے تین آنے پر غلّہ مل جاتا مگر جب آپ جاتے ہیں تو وہی غلّہ سات روپیہ پانچ آنہ یا سات روپیہ آٹھ آنہ پر لے آتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم نے کسی کو کمیشن نہیں دیا۔ حالانکہ اگر وہ کمیشن دیتے تو انہیں اتنا نقصان نہ ہوتا جتنا کمیشن نہ دینے کی صورت میں انہیں ہوًا۔ تاجر ہمیشہ سستا سودا خریدنا جانتا ہے۔ پس اگر اچھا تاجر مل جائے تو وہ کمیشن کے لالچ میں تمام کام کر دیتا ہے اور کسی قسم کی گھبراہٹ پیدا نہیں ہوتی۔

پس میری دوسری تجویز یہ ہے کہ قادیان کے اردگرد جو مختلف ساہوکار ہیں، کمیٹی ان سے مل کر گندم کی فراہمی کا انتظام کرے اور انہیں مناسب کمیشن دے دیا جائے۔ دنیا میں کروڑوں مَن غلّے خریدے جاتے ہیں مگر کبھی گھبراہٹ پیدا نہیں ہوتی۔ ہم نے بیس تیس یا پچاس ہزار مَن غلّہ خریدنا ہوتا ہے اور لوگ گھبرا جاتے ہیں۔ حالانکہ منڈیوں میں دس دس، بیس بیس، تیس تیس لاکھ مَن غلّہ کے سودے ہو جاتے ہیں اور لوگوں کو پتہ تک نہیں لگتا کہ اتنا بڑا سودا ہو گیا ہے۔ درحقیقت وہ ساہوکار جن کا روزانہ یہ کام ہوتا ہے کہ ان کے منڈیوں میں آنے جانے اور گندم خریدنے کی وجہ سے کسی کو یہ خیال تک نہیں آتا کہ لوگوں کی ضرورت بڑھ گئی ہے۔ مگر جب غیر آدمی گندم خریدنے کے لئے چلے جاتے ہیں تو وہ سمجھتے ہیں

کہ دنیا میں کوئی خاص تغیر پیدا ہو گیا ہے اور وہ گندم کا بھاؤ بڑھا دیتے ہیں۔ یہ تجاویز ہیں جو اس سال گندم کی فراہمی کے لئے مَیں جماعت کے سامنے رکھتا ہوں۔ صدر انجمن احمدیہ کو چاہیئے کہ وہ پندرہ بیس ہزار روپیہ فوراً الگ کر دے۔ کمیٹی کے ممبروں کے نام مَیں بعد میں تجویز کر دوں گا جب گاہک آنے شروع ہو جائیں اور روپیہ بھی وصول ہونے لگ جائے۔ تو وہ یہ روپیہ امانت میں واپس کر سکتی ہے۔ سوائے اتنے روپیہ کے جتنے روپیہ کی گندم کی خود صدر انجمن احمدیہ کو ضرورت ہے اور مَیں سمجھتا ہوں صدر انجمن احمدیہ کو اپنی ضروریات کے لئے بھی آٹھ دس ہزار روپیہ کی گندم ضرور خریدنی پڑے گی۔ بہر حال روپیہ اِنْشَاءَ اللّٰہُ جلد آنا شروع ہو جائے گا۔ پچھلی دفعہ مَیں نے دیکھا ہے جب غلّہ کی قلت ہو گئی اور ہم نے سات آٹھ روپیہ مَن پر غلّہ دینے کا اعلان کیا تو گیارہ ہزار روپیہ چند دن میں ہی جمع ہو گیا۔ اس میں سے پہلے پچاس فیصدی تک لوگوں کو گندم دی گئی۔ پھر ہم بعض لوگوں کو ساٹھ اور ستر فیصدی تک بھی گندم مہیا کر کے دے سکے اور جو روپیہ باقی رہتا تھا وہ لوگوں کو واپس کر دیا گیا۔

اس کے ساتھ ہی مَیں ایک دفعہ پھر بیرونی جماعتوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ جیسا کہ مَیں نے پچھلے خطبہ میں بھی کہا ہے وہ اپنی ضرورت سے کچھ زائد غلّہ اپنے پاس محفوظ رکھیں تا کہ اگر قادیان والوں کو غلّہ کی ضرورت ہو اور گردونواح کی جماعتوں سے ضرورت پوری نہ ہو سکے تو ان سے غلّہ منگوایا جاسکے۔ انہیں بھی اپنا غلّہ انتظامیہ کمیٹی کے سپرد کرنا پڑے گا اور اس وقت جو بھی منڈی میں گندم کی قیمت ہو گی وہ انہیں دے دی جائے گی۔ اب چونکہ گندم کے ریٹ پر گورنمنٹ کی طرف سے کوئی کنٹرول نہیں اس لئے یہ دیکھ لیا جائے گا کہ منڈی کا کیا بھاؤ ہے۔ پھر جو بھاؤ منڈی کا ہوًا اسی پر ان سے گندم خریدی جائے گی۔ اگر باہر کی جماعتیں اپنی ضرورت سے زائد گندم اپنے پاس محفوظ رکھیں اور دو تین مہینہ تک انتظار کریں تو میرے نزدیک 15، 20 ہزار مَن غلّہ بیرونی جماعتوں سے بھی آسانی کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے۔ بڑی جماعتوں میں سے جو غلّہ جمع کر سکتی ہیں سیالکوٹ ہے، سرگودھا ہے، لائلپور ہے، منٹگمری ہے، شیخوپورہ ہے، امرتسر ہے، لاہور ہے۔ لاہور میں تو زمیندار کم ہیں۔ اسی طرح امرتسر میں بھی زمیندار کم ہیں لیکن سیالکوٹ، شیخوپورہ، گجرات، سرگودھا، لائلپور، منٹگمری میں جماعتیں

کافی ہیں۔ وہ مقامی ضروریات کا خیال رکھ کر زائد گندم اپنے پاس محفوظ رکھیں تاکہ جب قادیان میں گندم کی ضرورت ہو تو ان سے منگوائی جاسکے۔

یہ تو لوگوں کی ضروریات پوری کرنے کے لئے ظاہری تدابیر ہیں۔ سب سے بڑی ضرورت جو میرے نزدیک ان ایام میں ہے وہ یہ ہے کہ ان مشکلات کے ایام میں ہر شخص اپنے رب پر توکل کرے۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے انسان پر جب بھی ابتلاء آتے ہیں اس کے ایمان کی آزمائش کے لئے آتے ہیں۔ مگر یہ ابتلاء کبھی تو ایسی حالت میں آتے ہیں جب انسان سمجھتا ہے کہ میرے ایمان کی آزمائش ہو رہی ہے اور کبھی ایسی حالت میں آتے ہیں جب اسے اس بات کا احساس تک نہیں ہوتا کہ اس کے ایمان کی آزمائش کی جا رہی ہے۔ جب انسان کو علم ہو کہ میرے ایمان کی ابتلاؤں کے ذریعہ آزمائش کی جا رہی ہے تو اس وقت فیل ہو جانا اور اللہ تعالیٰ کی آزمائش میں پورا نہ اترنا بڑا اخطرناک ہوتا ہے۔ مَیں نے بتایا ہے کہ بعض دفعہ اکیلے اکیلے شخص پر ابتلاء آتا ہے اور اسے یہ پتہ نہیں لگتا کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اس کے ایمان کی آزمائش ہو رہی ہے مگر بعض دفعہ اجتماعی رنگ میں ابتلاء آتا ہے اور ہر شخص جانتا ہے کہ یہ ابتلاء خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اس وقت اگر کوئی شخص کوتاہی کر جاتا اور آزمائش میں پورا نہیں اترتا تو یہ بہت زیادہ افسوسناک ہوتا ہے۔ ہمارا یقین ہے کہ خدا ایک ہے جو اپنے بندوں کو رزق مہیا کرتا ہے۔ اگر اس ابتلاء کے نتیجہ میں بعض کی تباہی مقدر ہے اور اللہ تعالیٰ یہ فیصلہ کر چکا ہے کہ انہوں نے فاقہ سے مر جانا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے اس فیصلہ سے بچ نہیں سکتے اور اگر کسی کے لئے معمولی تکلیف مقدر ہے تو اسے بھی تکلیف پہنچ کر رہے گی مگر دونوں صورتوں میں جماعت کے لئے ثواب حاصل کرنے کا دروازہ کھلا ہے۔ اس کے لئے بھی ثواب حاصل کرنے کا موقع ہے جس کے پاس غذا ہے اور اس کے لئے بھی ثواب حاصل کرنے کا موقع ہے جس کے پاس کوئی غذا نہیں۔ جس کے پاس کوئی غذا نہیں اگر وہ بھوک سے گھبراتا نہیں، اللہ تعالیٰ پر بدظنی سے کام نہیں لیتا اور صبر سے مصیبت کو برداشت کرتا ہے تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کے ثواب کو حاصل کرتا ہے اور جس کے پاس غذا تو ہے مگر تھوڑی لیکن جیسا کہ قرآن کریم میں مومنوں کے متعلق آتا ہے وہ خود بھوکا رہتے اور دوسروں کو کھانا کھلاتے ہیں اسی طرح وہ یہ پسند نہیں کرتا

کہ وہ خود تو کھائے لیکن اس کا ہمسایہ بھوکا رہے۔ اگر اس کے پاس صرف دو روٹیاں ہیں تو وہ ایک روٹی پر خود گزارہ کرتا اور ایک اپنے بھوکے ہمسایہ کو دے دیتا ہے۔ تو وہ بھی ایسا ثواب حاصل کر لیتا ہے جو دوسرے دنوں میں اسے میسر نہیں آ سکتا۔ یہی مواقع ایمان کی آزمائش کے ہوتے ہیں، یہی وہ مواقع ہوتے ہیں جب اللہ تعالیٰ انسان کے دس دس، بیس بیس، تیس تیس، چالیس چالیس سال کے گناہوں کو ایک ابتلاء کے ذریعہ معاف کر دیتا ہے۔ انسان گناہ کرتا ہے اور کرتا چلا جاتا ہے۔ ایک سال نہیں، دو سال نہیں، متواتر تیس چالیس سال تک وہ گناہ کرتا چلا جاتا ہے اور اس کے گناہوں کا خدا تعالیٰ کے پاس ایک کافی ذخیرہ ہو جاتا ہے تب اللہ تعالیٰ اس پر ایک ابتلاء وارد کرتا ہے اور فیصلہ کرتا ہے کہ اگر میرا بندہ اس ابتلاء میں کامیاب ہو گیا تو مَیں اس کے سارے گناہ معاف کر دوں گا۔ پس وہ ابتلاء درحقیقت خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک رحمت کا دروازہ ہوتا ہے مگر اسی موقع پر بہت سے لوگ بجائے پاس ہونے کے فیل ہو جاتے ہیں۔ تب اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے فرماتا ہے ہم نے تو اپنے اس بندے کے دس بیس سال کے گناہ معاف کرنے کا ایک راستہ نکالا تھا مگر اس نے اس سے فائدہ نہیں اٹھایا۔ اب جاؤ اور اس سزا میں اس کے گناہوں کو دگنا کر دو۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ہے۔ آپ کے پاس مہمان آتے۔ مہمان خانہ آپ کے پاس کوئی تھا نہیں۔ آپ تمام مہمان صحابہ میں تقسیم کر دیتے کہ وہ انہیں اپنے اپنے گھر لے جائیں اور کھانا کھلائیں۔ آپ کا طریق یہ تھا کہ جب مہمان آتے تو آپ مسجد میں اعلان فرما دیتے کہ اتنے مہمان آئے ہوئے ہیں ان کو کون کون شخص اپنے گھر لے جائے گا۔ ایک کہتا یا رسول اللہ! مجھے دو مہمان دے دیجئے۔ دوسرا کہتا یا رسول اللہ! مجھے تین مہمان دے دیجئے۔ یہی اس وقت کا لنگر خانہ اور یہی مہمان خانہ تھا۔ اکثر دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی بعض مہمانوں کو اپنے ساتھ لے جاتے تھے۔ ایک دفعہ ایک مہمان آیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ کون اس مہمان کو اپنے گھر لے جائے گا۔ ایک صحابی کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا یا رسول اللہ! مجھے دے دیجئے۔ چنانچہ وہ اس مہمان کو ساتھ لے کر گھر پہنچے اور بیوی سے پوچھا کہ کیا گھر میں کچھ کھانا ہے۔ اس نے کہا صرف ایک روٹی ہے۔ میرا ارادہ تھا کہ یہ روٹی بچوں کو

کھلا دوں اور مَیں اور تم دونوں فاقہ کریں۔ انہوں نے کہا چلو جہاں ہم فاقہ کریں گے وہاں آج ہمارے بچے بھی فاقہ کرلیں گے۔ ایک مہمان رسول کریم صَلَّیَ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے میرے سپرد فرمایا ہے اور اسے بہرحال کھانا کھلانا ہے۔ بیوی کہنے لگی بہت اچھا۔ بچوں کو مَیں کسی بہانے سلا دوں گی اور یہ روٹی ہم اسے کھلا دیں گے۔ وہ صحابی کہنے لگے بات تو ٹھیک ہے مگر ایک مشکل ابھی باقی ہے اور وہ یہ کہ ہمارا مہمان الگ روٹی نہیں کھائے گا۔ اگر اسے الگ روٹی دی گئی تو اسے پتہ لگ جائے گا کہ ہم نے اپنی روٹی اسے دے دی ہے اور شاید اس وجہ سے وہ خود بھی نہ کھائے۔ اس کے ازالہ کی کوئی صورت ہونی چاہیئے۔ بیوی کہنے لگی تم اس کا بھی فکر نہ کرو۔ بچوں کو مَیں کسی طرح سُلا دوں گی اور ہم خود مہمان کے ساتھ کھانا کھانے کے لئے بیٹھ جائیں گے۔ جب ہم بیٹھ جائیں تو مجھے کہنا کہ روشنی درست نہیں، بتّی اونچی کر دو۔ مَیں بتّی کو اونچا کرنے کے بہانے سے اس کے گل کو ہاتھ کی انگلیوں سے اس طرح پکڑوں گی کہ وہ بُجھ جائے گا۔ تم نے کہنا کہ کسی ہمسایہ کے گھر سے روشنی لاؤ اور مَیں یہ کہوں گی کہ ہمسائیوں کو اِس وقت تکلیف دینے کی کیا ضرورت ہے اندھیرے میں ہی روٹی کھالو اور مہمان بھی قدرتاً یہی کہے گا کہ تکلیف کرنے کی کیا ضرورت ہے مَیں اندھیرے میں ہی کھالیتا ہوں۔ اس کے بعد مَیں اور آپ دونوں اس کے ساتھ بیٹھ جائیں گے (پردے کا حکم اس وقت تک نازل نہیں ہوُا تھا) اور خالی مچاکے مارتے چلے جائیں گے۔ یعنی کھانے کی آواز مُنہ سے نکالتے جائیں گے۔ مہمان یہ سمجھے گا کہ ہم اس کے ساتھ روٹی کھا رہے ہیں۔ اور اس طرح ہم اپنا کھانا مہمان کو کھلا دیں گے۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ بچوں کو سُلا دیا اور جب کھانا کھانے کے لئے سب دستر خوان پر بیٹھے تو اس صحابیؓ نے اپنی بیوی سے کہا کہ روشنی مدھم ہے ذرا دیے کی بتّی تو اونچی کر دو۔ وہ اٹھی اور اس نے دونوں انگلیوں سے پکڑ کر اس کے گل کو جو کھینچا تو وہ بجھ گیا۔ خاوند کہنے لگا اب اندھیرے میں ہم روٹی کس طرح کھائیں جاؤ کسی ہمسایہ سے روشنی لے آؤ۔ بیوی کہنے لگی اس وقت ہمسائیوں کو تکلیف ہو گی آپ اندھیرے میں ہی روٹی کھالیں۔ مہمان بھی بول اٹھا کہ روشنی کی کوئی ضرورت نہیں مَیں اندھیرے میں ہی روٹی کھالوں گا۔ چنانچہ دونوں میاں بیوی اس کے ساتھ بیٹھ گئے اور اندھیرے میں انہوں نے زور زور سے مچاکے مارنے شروع کر دیئے۔ مہمان نے سمجھا

کہ یہ بھی میرے ساتھ کھا رہے ہیں۔ مگر دراصل وہ کھا نہیں رہے تھے۔ جب مہمان کھانے سے فارغ ہوئے تو انہوں نے دستر خوان اٹھایا اور سو گئے۔ جب صبح وہ صحابیؓ رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو رسول کریم ﷺ نے انہیں دیکھتے ہی فرمایا۔ رات کو تم نے اپنے مہمان سے کیا کیا۔ وہ ڈرے کہ معلوم نہیں کوئی ایسی بات ہو گئی ہو جو رسول کریم ﷺ کی ناراضگی کا موجب ہوئی ہو۔ یہ دیکھ کر رسول کریم ﷺ ہنسے اور فرمایا آج رات تم میاں بیوی نے ایسی حرکت کی ہے جسے دیکھ کر خدا بھی عرش پر ہنس پڑا۔ پھر آپ نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ نے الہام سے تمہارا سب واقعہ بتا دیا ہے۔ 1

اب دیکھو ہزاروں دفعہ ایسا ہو جاتا ہے کہ انسان کو فاقہ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ غرباء پر ہی نہیں بڑے بڑے امراء پر بھی بعض دفعہ یہ حالت آجاتی ہے۔ وہ جنگلوں میں جاتے ہیں تو وہاں انہیں کھانے کے لئے روٹی تک میسر نہیں آتی۔ ایسی صورت میں بادشاہوں پر بھی فاقہ آجاتا ہے۔ وزیروں پر بھی فاقہ آجاتا ہے۔ کمانڈر انچیف پر بھی فاقہ آجاتا ہے۔ پھر گھروں میں بعض دفعہ فاقہ کرنا پڑتا ہے۔ عیاش امراء جن کے دستر خوان پر بیسیوں کھانے ہوتے ہیں ان کو مستثنیٰ کرتے ہوئے عام طور پر گھروں میں ایک ہی کھانا تیار ہوتا ہے اور بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ سالن میں نمک زیادہ ہوتا ہے یا مرچیں زیادہ ہوتی ہیں اور انسان کھانا نہیں کھاتا بلکہ فاقہ کر لیتا ہے یا روکھی روٹی کھا لیتا ہے اور سالن استعمال نہیں کرتا۔ بہرحال یہ حالتیں انسان پر گزر جاتی ہیں اور بلاوجہ گزر جاتی ہیں۔ پھر اگر انسان کو خدا تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے کبھی فاقہ کرنا پڑے تو اس میں مشکل یا ناقابلِ عمل کون سی بات ہے۔ درحقیقت انسان کی طبیعت میں بخل ہوتا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ شاید اگر مَیں نے دوسروں کے لئے فاقہ کیا تو مجھے روزانہ ایسا کرنا پڑے گا حالانکہ روزانہ ایسا نہیں کرنا پڑتا بلکہ کبھی کبھی کرنا پڑتا ہے۔ اگر ایک شخص کا ہمسایہ بھوکا ہے تو وہ اسے روٹی کھلانے کے لئے ایک دن کا فاقہ کر سکتا ہے مگر دوسرے دن اس کے لئے فاقہ کرنا ضروری نہیں۔ دوسرے دن اس کا دوسرا ہمسایہ فاقہ کر سکتا ہے۔ تیسرے دن تیسرا اور چوتھے دن چوتھا۔ پھر اگر محلّے میں بیس پچیس اور بھی گھر ہوں اور وہ سب ایک ایک دن کا فاقہ کریں تو مہینہ میں ہر شخص کو صرف ایک دن فاقہ کرنا پڑے گا اور یہ کوئی مشکل چیز

نہیں۔ اول تو روزانہ کوئی شخص دوسرے کی روٹی کا محتاج نہیں ہوتا۔ وہ خود بھی اپنی روزی کے لئے جدوجہد کرتا ہے۔ لیکن اگر فرض بھی کر لیا جائے کہ کوئی شخص ایسا ہے جسے روزانہ روٹی کی ضرورت ہے تو اس صورت میں بھی کسی ایک شخص کو ہمیشہ فاقہ نہیں کرنا پڑتا بلکہ کئی لوگوں پر تقسیم ہو کر یہ بوجھ بہت ہلکا ہو جاتا ہے اور اس طرح ہر شخص ہمسایہ کی مدد کر کے ثواب حاصل کر سکتا ہے۔ پس غریب یہ نہ سمجھے کہ مَیں غریب ہوں اور اس وجہ سے اپنی ذمہ داریوں سے آزاد ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ غریب پر بھی ذمہ داریاں ہیں اور امیر پر بھی ذمہ داریاں ہیں۔ نہ امیر اپنی ذمہ داریوں کو ترک کر سکتے ہیں نہ غریب اپنی غربت کی وجہ سے اپنی ذمہ داریوں کو ترک کرنے میں حق بجانب سمجھے جاسکتے ہیں۔ جب قوم پر اجتماعی رنگ میں تکلیف کا وقت آئے تو اس وقت ہر شخص کا فرض ہوتا ہے کہ وہ دوسرے کی مدد کرے۔ امیر کا فرض ہوتا ہے کہ وہ اپنی وسعت کے مطابق مدد کرے اور غریب کا فرض ہوتا ہے کہ اپنے دائرہ کے مطابق مدد کرے۔ غریب یہ نہیں کہہ سکتا کہ مَیں چونکہ غریب ہوں اس لئے مدد نہیں کرتا۔ اگر مدد نہ ملنے کی وجہ سے کسی شخص کی ہلاکت ہو جائے تو اس کی ذمہ داری غرباء پر بھی ہوگی اور امراء پر بھی۔ ایک امیر شخص جس کے دس نوکر ہوں اگر اس کا کوئی بچہ کوئیں میں گر جائے اور سب نوکر اس وقت موجود ہوں تو آقا صرف اس بچے کو کھلانے والے خادم کو سزا نہیں دے گا بلکہ جس قدر نوکر اس وقت موجود ہوں گے ان سب کو سزا دے گا۔ باغبان یہ نہیں کہہ سکتا کہ میرا کام تو شاخ تراشی اور بیج لگانا اور درختوں کو پانی دینا ہے۔ میرا یہ کام نہیں تھا کہ میں بچہ کی جان بچاتا۔ سائیس یہ نہیں کہہ سکتا کہ میرا کام گھوڑے کو دانہ کھلانا اور اس کی رکھوالی کرنا ہے۔ میرا یہ فرض نہیں تھا کہ مَیں بچہ کی جان بچاتا۔ فرّاش یہ نہیں کہہ سکتا کہ میرا کام تو آپ نے فرش بچھانا اور اسے صاف رکھنا مقرر کیا ہؤا ہے۔ میرا فرض یہ کہاں تھا کہ مَیں بچہ کی بھی جان بچاتا۔ دربان یہ نہیں کہہ سکتا کہ میرا کام تو آپ نے دربانی مقرر کیا ہؤا ہے مَیں نے اگر بچے کی جان نہیں بچائی تو اس میں میرا کیا قصور ہے بلکہ وہ ساروں سے خفا ہوگا اور سب اس قصور کی سزا پائیں گے۔ اسی طرح جب اللہ تعالیٰ کے کسی بندے پر مصیبت آتی ہے تو وہ یہ نہیں دیکھتا کہ فلاں امیر تھا اور فلاں غریب، بلکہ وہ کہتا ہے جب مصیبت آگئی تو ہر ایک کا فرض تھا کہ اس کی

مدد کرتا، خواہ وہ امیر تھا یا غریب، نادار تھا یا زَردار۔ اپنی اپنی نسبت سے اس کی مدد کرنے میں سب کی ذمہ داری برابر ہو گی۔ ہاں اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اگر غریب کسی شخص کی جان بچائے گا تو وہ امیر سے زیادہ ثواب کا مستحق ہو گا کیونکہ غریب کے پاس کم طاقت تھی اور امیر کے پاس زیادہ طاقت تھی۔ ایک امیر آدمی اگر کسی کو دو آنے کے پیسے دیتا ہے تو بے شک وہ بھی ثواب کا مستحق ہے مگر ایک غریب جو دو آنے کے پیسے دیتا ہے وہ اس سے زیادہ ثواب کا مستحق ہے کیونکہ اس نے دو آنے کے پیسے بھی دیئے اور ایک فاقہ بھی برداشت کیا، اپنا بھی اور اپنے بیوی بچوں کا بھی۔ گویا اس نے علاوہ مال کے تین یا چار جانوں کی بھی قربانی کی۔ مگر امیر نے صرف پیسے دیئے۔ پس صاف بات ہے کہ امیر کو کم ثواب ملے گا اور غریب کو زیادہ ثواب ملے گا۔ گو دوسرے کی جان بچانے میں بظاہر دونوں برابر ہوں گے۔ اسی طرح جو لوگ مالدار ہیں ان کی ذمہ داریاں بھی بہت بڑی ہیں۔ درحقیقت مال اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور امانت آتا ہے اور اللہ تعالیٰ یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ انسان اس مال کو اللہ تعالیٰ کے حکموں کے مطابق خرچ کرتا ہے یا اس مال کو خرچ نہیں کرتا۔ اگر وہ اس مال کو اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق خرچ کرتا ہے تو وہ امانت کو عمدگی سے خرچ کرنے والا قرار پاتا ہے اور اگر مناسب مقامات پر خرچ نہیں کرتا تو وہ امانت میں خیانت کرنے والا قرار پاتا ہے۔ اسلام نے اسی لئے مال جمع کرنے کی اجازت دی ہے کہ انسان اس مال کو ضرورتِ حقہ پر خرچ کرے۔ اگر وہ خرچ نہیں کرتا تو وہ مال ایسا ہی ناجائز ہو جاتا ہے جیسے بولشوزم والے کہتے ہیں کہ مال کا افراد کے پاس رہنا جائز نہیں۔ اسلام نے اگر مال جمع کرنے سے منع نہیں کیا اور بولشوزم کے اصول کو ناجائز قرار دیا ہے تو اسی لئے کہ وہ کہتا ہے ہم نے یہ ذمہ داری امراء کے سر ڈال دی ہے کہ وہ اپنے اموال غرباء کی ضروریات کے لئے خرچ کریں۔ اگر وہ خرچ نہیں کرتے تو خیانت سے کام لیتے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا مورد بنتے ہیں۔ پس تکلیف کے ایام میں امیر اور غریب دونوں کو اپنی اپنی ذمہ داریاں سمجھنی چاہئیں اور ان فرائض کو ادا کرنا چاہیئے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر عائد کئے گئے ہیں۔ اگر امراء اپنے فرائض کو ادا کریں تو وہ یقیناً اس بات کے حقدار ہیں کہ اپنے فرض کو عمدگی سے ادا کریں اور غرباء کا خیال رکھیں اور غرباء کو یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ اگر وہ دوسروں کی مدد

کریں گے تو امراء سے بہت زیادہ ثواب حاصل کریں گے۔ ان تمام امور کا نقطۂ مرکزی درحقیقت ایمان باللہ اور ایمان بالآخرۃ ہے۔ گویا اصل سوال یہ ہے کہ ان فرائض کی ادائیگی یا عدم ادائیگی سے ہم اس بات کا ثبوت مہیا کرتے ہیں کہ ہمارا خدا اور بعث بعد الموت پر کس قدر ایمان ہے۔ اگر ہمارا خدا تعالیٰ پر سچا ایمان ہو اور ہم یقین رکھتے ہوں کہ مرنے کے بعد ایک ابدی زندگی ہے جس میں ہمارے اعمال کا ہمیں بدلہ ملے گا تو نیکی کے کرتے وقت یہ سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا کہ یہ کام امیر کرے یا غریب۔ صحابہؓ میں ہم یہ بات دیکھتے ہیں کہ ان میں بجائے اس کے کہ آپس میں امیر اور غریب کی کشمکش ہوتی وہ ایک دوسرے سے ثواب میں آگے نکل جانے کی کوشش کرتے تھے اور چاہتے تھے کہ جس قدر ثواب حاصل ہو انہیں ہی حاصل ہو۔

ایک دفعہ بعض غرباء رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! امراء چندے دیتے ہیں، زکوٰتیں دیتے ہیں، صدقہ دیتے ہیں مگر ہم ان باتوں میں سے کوئی بات نہیں کر سکتے۔ دوسری طرف جس طرح ہم نمازیں پڑھتے ہیں اسی طرح وہ پڑھتے ہیں، جس طرح ہم روزے رکھتے ہیں اسی طرح وہ رکھتے ہیں۔ جس طرح ہم جہاد میں شامل ہوتے ہیں اسی طرح وہ ہوتے ہیں۔ گویا جس قدر نیکی کے کام ہم کرتے ہیں وہ تمام کام وہ بھی کرتے ہیں مگر جن نیکی کے کاموں میں وہ حصہ لیتے ہیں ان میں ہم اپنی غربت کی وجہ سے حصہ نہیں لے سکتے۔ یارسول اللہ! ہمیں بھی کوئی ایسی ترکیب بتائیے جس سے ہم ثواب میں اپنے امیر بھائیوں سے کم نہ رہیں۔ حقیقت یہ تھی کہ امراء کو ثواب کا کوئی زیادہ موقع نہیں ملتا تھا۔ غریب اپنی غربت میں جو تھوڑا بہت چندہ دیا کرتے تھے خدا تعالیٰ کے نزدیک اس کا اتنا ہی ثواب تھا جتنا امراء کے بڑے بڑے چندوں کا مگر نیک کاموں میں حصہ لینے کا انہیں اس قدر شوق تھا کہ وہ سمجھتے تھے شاید مقدار میں بھی پورا نہ اترنا ثواب کی کمی کا موجب ہو جاتا ہے۔ رسول کریم ﷺ نے ان کی دلجوئی کی اور فرمایا تم ہر نماز کے بعد 33 دفعہ سُبْحَانَ اللهِ، 33 دفعہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اور 34 دفعہ اَللّٰهُ اَكْبَر کہہ لیا کرو۔ تم ثواب میں امراء کے برابر ہو جاؤ گے اور جنت میں ان سے پہلے داخل ہو گے۔ چنانچہ ہر نماز کے بعد

انہوں نے تحمید، تسبیح اور تکبیر کہنی شروع کر دی۔ آخر ہوتے ہوتے امیروں کو بھی پتہ لگ گیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس طرح تسبیح، تحمید اور تکبیر کہنے کا ارشاد فرمایا ہے اور وہ بھی نماز کے بعد تسبیح، تحمید اور تکبیر کہنے لگ گئے۔ یہ دیکھ کر غرباء پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ان امراء کو روکیے یہ کیوں تسبیح و تحمید اور تکبیر کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں کسی کو نیکی سے نہیں روک سکتا۔ اگر وہ ایسا کرتے ہیں تو کریں۔[2] تو دیکھو اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کے لئے ثواب حاصل کرنے اور نیکی میں بڑھنے کے رستے کھول رکھے ہیں۔ صحابہؓ میں چونکہ نیکی کے کاموں میں مقابلہ ہؤا کرتا تھا اس لئے وہ ترقی کرتے چلے گئے مگر اس زمانہ میں لوگ نیکی کے کاموں میں مقابلہ نہیں کرتے۔ اس زمانہ کی ساری مصیبتوں کی وجہ یہی ہے کہ لوگ کہتے ہیں فلاں اپنا حق کیوں ادا نہیں کرتا۔ یہ فکر نہیں کی جاتی کہ انہوں نے خود دوسروں کے حقوق کو کہاں تک ادا کیا ہے۔ اُس زمانہ میں لوگوں کی یہ ذہنیت تھی کہ ہم اپنا حق ادا کر دیں۔ دوسرا شخص اگر حق ادا نہیں کرتا تو اس کی ذمہ داری اس پر ہے۔ مگر مغربی ذہنیت یہ ہے کہ تُو اپنا حق لے یہ نہ دیکھ کہ دوسرے کے حق کو تُو نے ادا کیا ہے یا نہیں۔ مگر اسلام اس کے بالکل الٹ سبق دیتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ دوسرے کا حق دو اور اس بات کو نظر انداز کر دو کہ دوسرا تمہارا حق تمہیں دیتا ہے یا نہیں۔ جب تک بنی نوع انسان کی ذہنیتوں میں یہ فرق رہے گا اس وقت تک دنیا میں کبھی امن قائم نہیں ہو سکتا۔ ایسا کبھی نہیں ہؤا کہ سب لوگ یکساں روپیہ کمائیں۔ لازماً کوئی کم کمائے گا اور کوئی زیادہ کمائے گا۔ کوئی امیر ہو گا اور کوئی غریب ہو گا مگر اس مشکل کا حل یہ نہیں کہ امیروں سے روپیہ چھین کر غریبوں کو دے دیا جائے بلکہ اصل علاج یہ ہے کہ ذہنیتوں میں تبدیلی پیدا کی جائے اور ہر شخص اپنے اپنے فرائض کو پہچانے۔ وہ یہ نہ دیکھے کہ دوسرے نے اس کے حق کو ادا کیا ہے یا نہیں بلکہ یہ دیکھے کہ اس نے دوسرے کے حق کو کہاں تک ادا کیا ہے۔ جس دن یہ ذہنیت پیدا ہو گئی اُس دن تمام جھگڑے اور فسادات آپ ہی آپ مٹ جائیں گے اور دنیا امن و آرام کا سانس لینے لگ جائے گی۔

پس یہ ایام ہیں جن میں خدا تعالیٰ نے تمہیں اس بات کا موقع دیا ہے کہ تم اپنے اپنے

گناہوں کی معافی کا سامان پیدا کر لو اور ان مصیبت کے دنوں میں صبر کر کے اور قربانیوں میں پہلے سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کر لو تا کہ پچھلے دس بیس تیس چالیس یا پچاس سال کے گناہ معاف کر کے اللہ تعالیٰ تمہارے دل کے تختہ کو بالکل صاف کر دے اور آئندہ اس پر نیکیاں ہی نیکیاں لکھنے کا تمہیں موقع دے۔ گندم کی فراہمی اور اس کے لئے انتظام یہ سب عارضی چیزیں ہیں۔ ہم اگر ان امور میں حصہ لیتے ہیں تو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے دین کے علاوہ جماعت کی دنیوی ضرورتوں کو پورا کرنا بھی خلفاء کے ذمہ عائد کیا ہوا ہے۔ ورنہ ہماری اصل غرض یہی ہے کہ قلوب میں صفائی پیدا ہو اور مَیں نے بتایا ہے کہ قلوب میں صفائی اسی طرح پیدا ہو سکتی ہے کہ ہم اپنا فرض ادا کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہیں۔ یہ خیال نہ رکھیں کہ دوسروں نے ہمارے حقوق کو کیوں ادا نہیں کیا۔ جس دن ہم اپنا حق ادا کرنے لگ جائیں گے اور لوگوں کا شکوہ ترک کر دیں گے اس دن ہمارے قلوب کی آپ ہی آپ اصلاح ہو جائے گی۔ دوسروں کا شکوہ کرنا اور یہ دیکھنا کہ انہوں نے اپنے حقوق کو ادا کیا ہے یا نہیں یہ ہر شخص کا کام نہیں۔ یہ انہی کا کام ہے جنہیں خدا حکماً اس غرض کے لئے کھڑا کرتا ہے۔ باقی لوگوں کا یہی کام ہوتا ہے کہ وہ اپنی اپنی فکر کریں۔ جیسے کسی شاعر نے کہا ہے ع

تجھ کو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تُو

پس اصل نقطہ جس پر تمام امن کی بنیاد ہے یہی ہے کہ لوگ اپنے اپنے فرائض کو ادا کریں اور اس ذہنیت کو بدل ڈالیں کہ دوسروں کی نگرانی کی جائے اور اپنے نفس کی خبر نہ لی جائے۔ مَیں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے کہ ہم اپنے اپنے فرائض کو ادا کریں۔ اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کریں اور اپنا وقت بجائے دوسروں پر نکتہ چینی کرنے کے اپنے نفس کی اصلاح میں صرف کریں اور اس طرح اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی خوشنودی حاصل کریں۔ اَللّٰھُمَّ اٰمِیْنَ۔"

خطبہ ثانیہ میں فرمایا:۔

"ایک شخص نے لکھا ہے کہ کارکنوں کو جو کٹوتیاں ملیں گی وہ سال بھر کا غلّہ خریدنے کے لئے کافی نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ایسے کارکن جن کی کٹوتیاں غلّہ کے لئے کافی نہ ہوں

وہ میرے اس دوسرے حکم کے ماتحت آجاتے ہیں جس میں مَیں نے کہا ہے کہ صدر انجمن احمدیہ ضمانت لے کر انہیں روپیہ دے سکتی ہے۔ انہیں جس قدر روپیہ کی ضرورت ہو صدر انجمن احمدیہ انہیں ضمانت پر دے دے گی۔" (الفضل 30 اپریل 1943ء)

1: بخاری کتاب مناقب الانصار باب قول اللّٰہ عزوجل ویؤثرون علی انفسھم (الخ)

2: مسلم کتاب المساجدباب استحباب الذکر بعدالصلٰوۃ (الخ)